Vol.4 No.3 (2021)
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

جدید اردو غزل میں دینی طرزِ تفکر

RELIGIOUS THOUGHT PROCESS IN MODERN URDU GHAZAL

قراۃالعین
ایم فل سکالر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی فیصل آباد
ڈاکٹر طیبہ نگہت
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی فیصل آباد

Abstract

Human feelings and ideas can be expressed in the form of poetry and literature. Poets make their beliefs the subject of their poetry. Where's poets of modern Urdu poetry made ghazal their mode of expression and disseminated their religious beliefs and ideal through in this form. Modern Urdu ghazal is representative of intellectual and flamboyant tradition of Islamic civilization. In it all the tradition of culture or evidence that are direct reflection of Islamic intellect and the best of these tradition is sent on Islamic rules and regulation. The poets of modern age mostly derived the use of words and techniques, similes, metaphors, allusion and flatmate use of symbol from religious teaching. Modern ghazal has made use of all aspects of religion to such and extent that it's essence is not free from the influence of intellectual tradition of religion.

Key words: Urdu ghazal, religious thoughts, Islamic intellect, Disseminated, Civilization, Tradition

اردو غزل کی نشوونما مذہبی و دینی مراکز میں ہوئی۔ اسلام کی برکت سے برصغیر میں مذہبی انقلاب برپا ہوا۔ غزل کے پیرائے میں مذہبی موضوعات منجذب ہوتے رہے۔ غزل کے پس منظر میں مذہب و تاریخ و مطالعہ اسے بابرکت اور معتبر بناتا ہے۔ اردو غزل گو شعرا مذہبی وابستگی کی وجہ سے دینی طرز کے حامل موضوعات کو اپنے تخیل کی پرواز سے ماپنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ اردو غزل میں فکری عناصر کی بازگشت مغلیہ سلطنت کے زوال کے فوراًبعد دکھائی دیتی ہے۔ انیسویں صدی کے نصف اول میں نہ صرف ہندوستان بلکہ مسلمان قوم کی حالت بھی عدم تحفظ کا شکار ہوئی۔ برصغیر پر انگریزوں کا مکمل قبضہ ہو گیا۔ حالات نے نیا رخ اختیار کیا۔ مسلم سماج پر زبردست حملہ کیا گیا۔ مسلم سماج کی فکریات کو تبدیل کرنے کی کوشش کی گئی۔ مسلمانوں کی تاریخ کو مسخ کر رکھ دیا تاکہ وہ غلامی کی اتھاہ گہرائیوں میں چلے جائے۔ لیکن اس غلامی میں بھی مسلمانوں نے اپنی اعلیٰ اخلاقی اور معاشرتی اقدر کو اپنائے رکھا اور وہ اس کے لیے روشنی دین اسلام سے لیتے رہے۔ مسلم امت کے احیا اور بحالی کے لیے کئی دردمند علمانے کاوشیں جاری کیں۔ ان نامساعد حالات میں یہ ایک فطری عمل تھا کہ اُردو غزل کے گزشتہ ادوار کے عشقیہ اور صوفیانہ موضوعات تبدیل ہوں۔ حالات کی شکست وریخت اور عظمتِ رفتہ کے احیا کی ضرورت کو ادب میں موضوع بنایا جائے۔ سیاسی تاریخی، اسلامی، اصلاحی اور اخلاقی مضامین اردو ادب میں فروغ پانے لگے۔

انیسویں صدی کے نئے ادب میں اردو کی مذہبی شاعری خاص طور پر حمد و نعت، منقبت، سلام، اور مرثیے میں نئے فکری زوایے پیش کیے جانے لگے۔ اردو غزل کو اس نوکلاسکی عہد میں بڑے متنوع اور قادرالکلام شعرا میسر آئے۔ جنہوں نے خاص طور پر دینِ اسلام کی سربلندی اور ہمہ گیری کے لیے دینی شاعری میں میں طرزِ جدید کو اپنایا۔ حالی، اکبر آبادی، آزاد، شبلی اور ان کے بعد کے شعرا میں اصغر گونڈوی مولانا ظفر علی خاں اور اقبال نے دینی طرز کی شاعری میں مقصدیت عطا کی۔ یہ غزل گو شعرا، معاشی، سیاسی، اقتصادی اور مذہبی و دینی پہلوؤں پر غور کرنے لگے۔ تو جدید شاعری معرضِ وجود میں آئی۔ لیکن اس دور کے نمائندہ شاعر حالیؔ ہیں۔ جنہوں نے جدید غزل کی بنیاد رکھنے میں اہم کردار ادا کیا۔ حالی نے جدید غزل میں جس نئے تجربے کو فروغ دیا۔ اس کا نمایاں وصف اصلاحی و قومی، مذہبی خیالات کا تسلسل ہے۔ حالی کی غزل کی بنیاد دراصل حقیقت پسندی اور مقصدیت پر تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ حالی کی مذہبی شاعری کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ حالی کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی صفات

Vol.4 No.3 (2021)
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

کے ساتھ ساتھ یہ دعوت فکر بھی ہے کہ اس ساری کائنات کا خالق اور نظامِ ہستی چلانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اور بندے کو ہر حال میں اپنی عبدیت سے اپنے معبود کو راضی کرنا چاہیے۔بقول حالی:

قبضہ ہو دلوں پر کیا اور اس سے سوا تیرا
اک بندہ نافرمان ہے حمد سرا تیرا
گو سب سے مقدم ہے حق تیرا ادا کرنا
بندے سے مگر ہو گا حق کیوں کر ادا تیرا(1)

اللہ تعالیٰ کا کمال و جلال، ازل تا ابد کامل و باقی ہے۔بڑے بڑے صاحب علم اس کی ہیبت میں مبتلا ہیں۔بقول حالی:

کامل ہے جو ازل سے وہ ہے کمال تیرا
باقی ہے جو ابد تک وہ ہے جلال تیرا (2)

حالی کی غزل میں تصوف، حالات کا نوحہ، روحانیت اور دردمندانہ عناصر موجود ہیں۔وہ مسلمانوں کے سچے ہمدرد اور غم خوار تھے۔ان کی شاعری میں نعتیہ موضوع پر کافی اشعار موجود ہیں۔رسول ﷺ اکرم سے بے پناہ عقیدت کے اظہار کے لیے حالی نے تصنع اور بناوٹ سے نہیں بلکہ صداقت سے کام لیا ہے۔حالی کی غزل میں زندگی، موت، رخصت جیسے مضامین نئے مفاہیم میں بیان ہوئے ہیں۔حالی کے نزدیک انسان دنیاوی مشکلات میں بغیر حرص و ہوس زندگی گزارے تو چشمۂ بقا اس کا مقدر بنتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ حالی معرفتِ الٰہی کو کامیابی قرار دیتے ہیں۔ان کے نزدیک عشقِ خدا سے بڑھ کر کوئی آبِ بقا نہیں۔

رہرو تشنہ لب نہ گھبرایا
اب کیا چشمہ و بقا تو نے (3)

پیاسے ترے سرگشتہ ہیں جو راہِ طلب میں
ہونٹوں کو وہ کرتے نہیں تر آبِ بقا سے (4)

حالی کے خیال میں فلسفہ جبر و قدر اور اللہ کی صفتِ رحمانیت ہے۔حالی کا ایک شاہکار کارنامہ مسدس حالی ہے جو کہ اگرچہ مسدس کی بحر میں ہے لیکن اس میں حالی نے رسول اکرم ﷺ سے بے پناہ عقیدت کا اظہار کیا ہے۔مسدس حالی اردو کی نعتیہ شاعری میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔حالی کی مناجات میں انتہائی درد بھرے اور پُر سوز انداز میں ملتِ اسلامیہ کی پر آشوب حالات کی تصویر کشی ملتی ہے۔

"نگارستان" میں مولانا ظفر علی خاں ملتِ اسلامیہ کی زبوں حالی کا ذکر بڑی دردمندی سے کرتے ہیں۔انہوں نے مناجات بھی کہی ہیں جس کا مقصد اجتماعی خیر خواہی ہے۔وہ نبی ﷺ کریم کے توسط سے بارگاہِ الٰہی میں دعا کرتے ہیں اور امت کی زبانی عرض حال بیان کرتے ہیں۔مولانا کے کلام میں حمد و مناجات کا ایک معتبر ذخیرہ موجود ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری مولانا کی شخصیت کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

"مولانا ظفر علی خاں سچے قسم کے سنی مسلمان، حکومت برطانیہ کے کٹر باغی، ایک تند مزاج سیاسی رہنما، ایک شعلہ بیان مقرر، ایک انقلاب پسند ادیب، ایک اہم گیر شاعر اور آزاد خیال صحافی تھے۔ان کی تقریر ہو یا تحریر، نثر ہو یا نظم مذہبی جوش و خروش سے خالی نہ ہوتی تھی۔"(5)

حسرت موہانی کو رئیس المتغزلین کہا جاتا ہے۔ حسرت نے گیارہ بار حج بیت اللہ اور حاضری طیبہ کا شرف حاصل کیا۔ ان کے کلام میں مذہبی و دینی تقدس کے مضامین کی کثرت پائی جاتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے رحیم و کریم اور غفور و رحیم ہونے کا پختہ یقین رکھتے ہیں اور اس کی محبت پر ناز بھی کرتے ہیں۔ حسرت کے کلام سے ایک منفرد مثال پیش خدمت ہے جس کا ایک مصرعہ اُردو اور دوسرا مصرعہ فارسی کا ہے جس سے ان کی قادرالکلامی کا اندازہ ہوتا ہے:

کیا کہوں حمد تیری مجھے نہیں یارا
یامن حلق الخلق ولیلا و نھارا
سبحان تری ذات کے احمد ﷺ سے نبی ﷺ نے
قد سبح تسبیحک سرا و جھارا
ہر وقت کے رونے سے مگر کیا کرے
قد احرقۃ الدمع والا لیکن نارا (6) حسرت

حسرت کی غزل میں جابجا عظیم شعراء سے محبت و عقیدت کا اظہار ملتا ہے۔ وہ سنی العقیدہ مسلمان تھے اور تصوف کو مذہب کا جوہر سمجھتے تھے۔ انہیں وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت کا عنصر دکھائی دیتا ہے۔

اسی کا جلوہ ہر جانب عیاں ہے
نمودِ حسن بے صورت کہاں ہے (7)

حسرت کی طبیعت اور شاعری میں فقر کی کیفیت پائی جاتی ہے۔ سیاسی وجدوجہد اور دردمندی ان کے کلام کا حصہ ہے۔ انہیں عشقِ حقیقی اور عشق مجازی میں رسول اکرم ﷺ کی ذات سے بے پناہ عقیدت و محبت تھی۔ حسرت موہانی کی طبیعت کا حال ملاحظہ ہو:

"طریقت نے ان کو سب سے بڑی نعمت یہ عنایت کی کہ وہ صوم و صلوٰۃ، حج اور خیرات کی انتہائی پابندی اور منہاتِ شرعیہ سے مکمل احتراز کے باوجود تقشف کی خشونت اور زہد کے غرور سے محفوظ رہے۔ کلیاتِ حسرت کے مطالعہ سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ انہوں نے راہ سلوک و تصوف کو طے کر لیا تھا۔ تصور شیخ اور محبت شیخ سے تصور رسول ﷺ اور محبتِ رسول ﷺ تک پہنچے۔ فنافی الشیخ سے فناالرسول ہوئے اور درجہ کمال یعنی فنافی اللہ بھی حاصل کر لیا۔"(8)

عشق خدا اور عشق رسول ﷺ سے محبت و سرشاری اس قدر عظیم کیفیت ان کے ہاں پائی جاتی ہے کہ وہ خود کو فنا کر کے بھی اپنی بقا سمجھتے ہیں۔ یعنی شہادت میں قرآن کی رُو سے انسان فنا ہو کر بھی دائمی بقا حاصل کر لیتا ہے۔

تم پر مٹے تو زندہ جاوید ہو گئے
ہم کو بقا نصیب ہوئی ہے فنا کے بعد (9)

حسرت کی غزل میں خارجی معاملات کی بجائے داخلی کیفیات و احساسات کا بے باک اظہار ملتا ہے۔ مذہب، تصوف، اخلاقیات و کائنات، روح و بدن اور طریقت و شریعت کو ساتھ لے کر چلنے کا درس دیتے ہیں۔ ان کے ہاں دینی جذبہ پوری آب و تاب سے موجزن ہے۔

اصغر گونڈوی نے اردو غزل کو ایسا انداز بخشا ہے۔ ان کی غزلوں میں روحانی مضامین کی فراوانی ہے۔ ان کی غزلوں کے مطالعہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ نورانیت سے بھرپور ہیں۔ ان کی غزل میں غم کا دریا نہیں بلکہ زندگی اور خوشیوں کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہوا نظر آتا ہے۔ انہوں نے حکمت، معرفت اور عشق کے مضامین اس انداز سے بیان کیے ہیں کہ غزل کو اعلیٰ معیار تک پہنچا دیا ہے۔ ان کے کلام سے ایک مثال ملاحظہ کیجیے۔ جس میں انہوں نے تصورِ اللہ کے اسلامی زاویوں کو کس طرح

Vol.4 No.3 (2021)
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

نئے انداز میں بیان کیا ہے:

ادنیٰ سایہ حیرت کا کرشمہ نظر آیا
جو تھا پس پردہ سر پردہ نظر آیا (10)

اصغر شاعری کے عمومی مضامین سے ہٹ کر خالصتاً دینی مضامین تصورالہ، فلسفہ اسرارِ کائنات و حکمت کے مضامین سے اپنی غزل سجاتے ہیں۔ وہ ایک صاحب بصیرت کی طرح علم و عرفان سے مستفید ہیں۔ دین سے لگاؤ کی بدولت وہ خود شناسی سے خدا شناسی تک کا سفر کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اصغر نے کمالِ قدرت اور ندرتِ بیان سے اپنی غزل کے مضامین میں نیا پن پیدا کیا ہے۔ ان کے ہاں کائنات و حیات کا فلسفہ اور حمد و مناجات کے عنصر اور متصوفانہ مضامین اس انداز سے گھل مل گئے ہیں کہ انہیں بلندی تک پہنچادیا یہی وجہ ہے کہ ان کی غزل اور اس کی گہرائی عام لوگوں کو مشکل سے ہی سمجھ میں آسکتی ہے۔ انہوں نے زندگی کے ہر پل کو حقیقت اور معنویت سے مسخر کیا۔ جدید اردو غزل کے حوالے سے اصغر کا نام اپنی مثال آپ ہے۔ آپ نے جدید اردو غزل کو ایک نئی روشنی فراہم کی ہے۔

جدید غزل گو شعرا میں اصغر گونڈوی کے بعد ملتِ اسلامیہ کے غزل خواروں میں اقبال کا نام بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اقبال بیسویں صدی کے ایک بڑے بہت شاعر ہی نہیں بلکہ فلسفی بھی تھے۔ اقبال نے انسان کے لیے تعمیر و شخصیت کی خاطر عشق خدا، عشق رسول ﷺ اور خودی و بے خودی کا فلسفہ پیش کیا۔ زندگی، کائنات، خدا، ابلیس، خیر و شر، حسن و عشق اور عقل و خرد، تصوف کے متعلق مخصوص نقطۂ نظر اور فلسفے کو اپنی غزلوں میں اقبال نے پیش کیا۔

اقبال کی شاعری نے برصغیر کے مسلمانوں کو نہ صرف خوابِ غفلت سے بیدار کیا بلکہ انہیں اسلامی تشخص، اسلامی فکر و فن کی آگاہی دی۔ انہوں نے شاعری کا آغاز غزل سے کیا۔ اپنی غزلوں میں اللہ اور رسول اکرم ﷺ سے بے پناہ محبت کا اظہار کیا ہے اور مردِ مومن کو بھی خاک مدینہ و نجف سے محبت کرنے کے آداب سکھائے ہیں۔ اقبال کی غزل میں اللہ تعالیٰ کے قادر المطلق ہونے، عقائد پر پختہ یقین ہونے اور اپنی قوم کے اللہ تعالیٰ سے رشتہ استوار کرنے کے لیے نئے رخ دیکھے جاسکتے ہیں:

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالم آب و خاک میں ترے ظہور سے ذرۂ ریگ کو دیا تو نے فروغ
طلوع آفتاب (11)

ڈاکٹر یحییٰ نشیط اقبال کی حمدیہ شاعری کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

"اقبال اللہ کی رحمت بے کراں کے منکر نہیں۔ انہیں اس بات کا یقین ہے کہ آدمی اگر صمیم قلب سے اپنے کیے پر پشیمان ہو جائے تو اللہ اس سے گناہوں کو اپنے دامن رحمت میں سمیٹ لیتا ہے۔

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لیے
قطرے جو تھے مرے عرق انفعال کے

غرض کہ اقبال نے اللہ کی حمد و ثنا ہمہ جہتی پہلوسے کی ہے۔" (12)

اقبال کا عظیم مقصد یہ ہے کہ مسلمان کتاب و سنت کی پیروی کے ساتھ ساتھ سوچوں میں ارتقائیں اور عملِ پیہم کی تصویر بن کر آدابِ خداوندی سے آشنا ہو جائے۔ فلسفیانہ، متصوفانہ، اخلاقی، اصلاحی اور منفرد خیالات کی حامل غزل کا مطالعہ کیا جائے تو ان کی غزل تغزل سے عاری بالکل نہیں ہے۔ ان کی غزل میں شیرینی، روانی

Vol.4 No.3 (2021)
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

تسلسل، موسیقیت اور تغزل حد سے بڑھی ہوئی ہے۔ مضامینِ عشق، دین و تصوف، سیاست خودی و بے خودی اور مردِ مومن نے ان کی غزلوں کو شیریں بنادیا ہے۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں ، کارکشا کارساز (13)

علامہ اقبال سچے عاشق رسول ﷺ ہیں۔ سیرتِ حضور سے قدم قدم پر رہنمائی لیتے ہیں اور حضور کی ذات وصفات کو ہدایت کا مظہر سمجھتے ہیں۔ حضور ﷺ کی عظمت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی ذات حکمت و دانائی سکھانے والی ہے۔ آپ کی آمد نے بت پرستوں کو حق پرست اور توحید پرست بنا دیا۔ آپ ﷺ اول بھی ہیں اور آخر بھی ہیں۔ وہ قرآن، فرقان، یٰسین، طٰہٰ ہیں پورا قرآن آپ ﷺ کے اخلاق ہیں۔ اللہ تعالی نے حضور ﷺ کو قرآن میں خوبصورت ناموں سے یاد کیا ہے۔ دانائے سہل، ختم الرسل، مولائے کل بالترتیب اور قرآن فرقان، یٰس، طٰہٰ۔

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیِ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول، وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰس، وہی طٰہٰ (14)

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں (15)

اسلام اور قرآن کی تعلیمات آفاقی ہیں اور اقبال ان سے ہمیشہ روشنی حاصل کرتے ہیں۔ اقبال نے قرآنی اور خالص اسلامی تصورات الٰہ کی روشنی میں اپنا خاص نظریہ الٰہ مرتب کیا۔ اقبال کہتے ہیں انائے مطلق کی انفرادیت پر زور دینے کے لیے قرآن اسے اللہ کا نام دیتا ہے اور سورۃ اخلاص میں اس کی توضیح بڑے احسن انداز میں کی گئی ہیں۔ ڈاکٹر تحسین فراقی، علامہ اقبال کے تصورالٰہ پر فلسفیانہ استدلال کو سراہتے ہوئے لکھتے ہیں:

"گویا علامہ نے سورۃ اخلاص کی آیات کو عیسوی تصورات کے پس منظر میں دیکھنے کی بجائے انفرادیت کے فلسفیانہ، حیاتیاتی اور نفسیاتی پس منظر میں دیکھا ہے اور یوں ہمارے روایتی مفسرین نے قرآن سے الگ اور منفرد راہ تعالی ہے۔" (16)

اقبال کے یہاں توحید اس چیز کا نام ہے کہ انسان صرف اللہ کی ذات کو کارساز حقیقی سمجھے۔ اسی کے سامنے سرِ نیاز جھکائے اسی کو لائق سجدہ گردانے، وہی ایک ذات ہے جو پکارے جانے کے قابل ہے۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات (17)

اقبال نے بہت سے اشعار قرآنی تعلیمات کی بنیاد پر استوار کیے ہیں۔ ان کی تفہیم و تشریح کے لیے اسلامی فکر کا سہارا لینا پڑا ہے۔ اقبال عظمتِ اسلام اور فروغِ پیام مصطفوی، پیامِ قرآن کو عام کرنا چاہتے ہیں۔ اقبال نے اسلامی فکر کو ہمیشہ مسلم اور مستند سمجھا ہے، اقبال کا فلسفہ فکر اور اسلامی و دینی شاعری ہمیشہ محفوظ رہے گی۔ اقبال کے کلام کو قرآن و حدیث نے مہمیز کیا ہوا ہے۔ اس لیے یہ بھی بقائی مراتب کا حامل ہے۔

جوش ملیح آبادی شاعر انقلاب کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ وہ ایک مذہبی آدمی نہیں اور خدا پر بھی کوئی خاص یقین نہیں رکھتے۔ لیکن پھر بھی موضوعاتِ دین

Vol.4 No.3 (2021)
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

وہ دنیا پر گہری فکر و نظر رکھتے ہیں اور اللہ کو صرف اللہ کے لیے ہی چاہتے ہیں۔

بے تعلق ہوں دین و دنیا سے
حب ثروت نہ فکر جنت ہے
نہ تو حورو قصور پر مائل
نہ تو ساقی مئے سے رغبت ہے
کیا کروں گا میں نعمتیں لے کر
میری ہر سانس ایک نعمت سے
تیرے "انعام" کی نہیں خواہش
بلکہ مجھ کو "تیری" ضرورت ہے (18)

جوش کا انداز جدید اور طرزِ ادا منفرد تھی۔ وہ روحانیت کے حوالے سے بھی کافی قابلِ قدر ہے۔ ذاتِ خدا سے وہ تعلق بیگانگی رکھتے ہیں۔ ان کے لیے ان کی زندگی کا سوزِ غم اور نشاطِ جمال سب کچھ ہے۔ جسم کو جان اور خاک کو جوہر کرنے کی آرزو رکھتے ہیں۔

سوزِ غم دے کے مجھے اس نے یہ ارشاد کیا
جا تجھے کشمکشِ دہر سے آزاد کیا (19)

بے حجابا نہ در آ ، روح کو مضطر کر دے
جسم کو جان بنا ، خاک کو جوہر کر دے (20)

مہر توحید سے کائنات کے ذریعے ذرے کو جگمگا دینے کی التجا بھی کرتے ہیں اور اس کی حقیقتوں کو افسانہ بھی قرار دیتے ہیں۔

گزر رہا ہے ادھر سے تو مسکراتا جا
چراغِ مجلس روحانیاں جلاتا جا
نگاہِ مہر سے اے آفتابِ عالم پاک
حقیر خاک کے ذروں کو جگمگاتا جا (21)

جوش پر ملحدانہ فکر اور دہریت سے الزامات بھی لگے۔ وہ خود کو الوہیت کا ایک لافانی حصہ قرار دیتے ہیں۔ ان کے خیال میں ان کو وہ عظمتِ احساس ودیعت ہوتی ہے جو لافانی ہے۔

پہلو میں تیرے اکثر مجھ کو ہوا یہ دھوکا
میں ہوں اولوہیت کا اک جز و غیر فانی (22)

جوش کی حالت میں اضطراب پایا جاتا ہے کبھی تو انتہائی عقیدت مندانہ اور نیاز مندانہ رویہ اپناتے ہیں اور کبھی اللہ سے گستاخانہ شکوے بھی کرتے ہیں۔ وہ فطرت سے بیگانگی کو خوبیٔ شاعری نہیں سمجھتے۔ انسان کو انسان سے آگاہ کرنے کا فریضہ بخوبی انجام دیتے ہیں۔ جوش اگرچہ باغیانہ خیالات رکھتے ہیں مگر سچے موحد کی

Vol.4 No.3 (2021)
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

صورت میں بھی اُبھر کر سامنے آتے ہیں۔

جدید اردو غزل کا ابتدائی دور میں مذہبی، صوفیانہ اور اصلاحی ہے۔ اس دور کے غزل گو شعرانے دینی موضوعات کو انتہائی عمدگی کے ساتھ غزل میں برتا ہے۔ عشق الٰہی اور عشق رسول کے ساتھ ساتھ یہ غزل گو شعرا تفکر و تدبر کائنات میں بھی محو رہے۔ تصوف کے ساتھ ساتھ شاعروں نے ہند اسلامی تہذیبی تصورات کو اسلامی فکر کی وسعت گیر فضا میں سمونے کی کوشش کی ہے۔ شعرائے مایوسی کی بجائے زندگی کے فلسفے سے مثبت پہلو اجاگر کیے ہیں۔ جنگِ آزادی کے بعد مسلمانوں کی پریشانیوں نے شعرائے غزل پر گہرے نقوش مرتب کیے۔ لیکن بزرگانِ دین اور صوفیائے کرام کی دینی خدمات اور تعلیمات موثر حیثیت کی حامل رہی ہیں۔ تصوف ایک تحریک کی صورت میں چونکہ مسلمانوں کے دنیوی معاملات میں حد سے بڑھے ہوئے انہاک کا مذہبی سطح پر ردِ عمل تھا۔ جس سے اس دور کی غزل کی روایات مزید مستحکم ہوئیں۔ جدید اردو غزل کا یہ عہد عظیم ترین عہد قرار دیا جاتا ہے۔ غزل گو شعرانے مذہبی، اخلاقی اصولوں اور تہذیبی معاشرتی قدروں کو غزل میں بالواسطہ برتا ہے۔ جدید اُردو غزل نے اس عہد میں اپنے اجتماعی لاشعور سے فکری استفادہ حاصل کیا۔ جس میں فارسی غزل اور اسلامی رجحانات کی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔ 1857ء کے بعد کا دور مسلمانانِ پاک وہند کے سیاسی و معاشرتی زوال اور ابتدا و آزمائش کا دور تھا۔ مگر عظیم الشان علمی روایات اور جرات رندانہ کی حامل قوم نے غلامی سے آزادی حاصل کرنے کے مراحل بڑے عزم کے ساتھ شروع کیے اس عہد میں رب العزت نے امتِ مسلمہ کو ایسے ایسے جلیل القدر بزرگ دیے جن کی نظیر گزشتہ صدیوں میں نہ تھی۔ روشن دماغ، صاحبِ دل، حکم و دانا، اور صاحبِ بصیرت رہنماؤں نے جو شعر کی اعلیٰ صلاحیت سے بھی بہرہ ور تھے۔ انہوں نے تمام تر قویٰ کو مقصدی و انقلابی ادب کے لیے وقف کر دیا۔ یہ ادب بالواسطہ خدا اور اس کے رسول ﷺ سے بندے کو ملانے والا تھا۔ ظفر، حالی، اکبر، اصغر، اقبال ملتِ اسلامیہ کے عالمگیر مسائل کی نشاندہی کرتے رہے اور توحید کو اپنا مرکز بنا کر چہار سو انقلاب کا پرچم بلند کرتے رہے ہیں۔ جدید اردو غزل کی رو سے اقبال ایک ایسا شاعر ہے۔ جس کی نظریہ اسلام سے مکمل وابستگی تھی۔ اقبال مسلم فکر و فلسفہ اور اسلامی تہذیب کا سب سے بڑا نمائندہ ہے۔ جس نے تاریخ، تہذیب، مذہب اور سائنس کو عصرِ حاضر کے حوالے سے از سرِ نو دیکھا اور ماضی کی شاندار روایات کے ساتھ مل کر ایک ایسا نظامِ فکر پیش کیا جو موجودہ تبدیلیوں کا ساتھ دے سکتا ہے۔ برصغیر پاک وہند کے باشعور اہلِ قلم کو یوں تو کئی ادبی تحاریک سے مطالعے مشاہدے اور تجربے کا موقع ملا۔ لیکن جس تحریک نے بہت تھوڑے عرصے میں یہاں کی فکری فضا میں نہ صرف ارتعاش پیدا کی۔ بلکہ ہلچل مچا کر رکھ دی۔ وہ ترقی پسند تحریک تھی۔ جو 1936ء میں منظر عام پر آئی۔ انیسویں صدی کے اختتام تک اور بیسویں صدی کے آغاز تک برصغیر کے سیاسی و ادبی حالات نے نئی کروٹ لے لی تھی۔ اس حوالے سے ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار لکھتے ہیں:

"بیسویں صدی کے آغاز اور پہلی جنگ عظیم تک برعظیم کو جن سیاسی اور سماجی حالات سے دوچار ہونا پڑا اور جو اردو شاعری میں بھی منعکس ہوئے ان کی مختصر سی فہرست بھی ہے۔ وطن اور وطنیت کا تصور، سیاسی محرومی کا شدید احساس اور جذبہ آزادی کی تڑپ ملکی باشندوں کی نااتفاقی اور اس کا اثر اجتماعی زندگی پر اسلامیانِ ہند کی نئی کروٹ اور علی گڑھ تحریک کا ردِ عمل، اتحاد اسلام کا دور، نئی روشن خیالی کا ظہور تحریک ہوم رول وغیرہ ملکی زندگی کے یہ چند خدوخال ان سیاسی اور سماجی رجحانات کی نشان دہی کرتے ہیں۔ جو انیسویں صدی کے اصلاحی رجحانات کے بعد رفتہ رفتہ بساط ہند پر ابھرے۔"(23)

بیسویں صدی کی تیسری دہائی کے بعد غزل گو شعراء کے ہاں مضامین کا کینوس مزید وسیع ہو گیا۔ اس دور کے مسلمانوں نے حالات کا رخ بھانپ لیا اور حصول پاکستان کو اپنا فرض عین قرار دے دیا۔ حصول پاکستان کے پس منظر میں احیائے اسلام کا جو جذبہ کار فرما تھا۔ اس کی بنیاد محبتِ رسول ﷺ اور اتباع سنت کی پیروی تھی۔ تحریک پاکستان کے لیے لوگوں نے اپنی زندگیوں کو وقف کر دیا۔ جنگِ آزادی 1857ء سے لے کر قیامِ پاکستان 1947ء تک اسلامی شاعری کو ایک مرکزی حیثیت حاصل رہی۔ قیامِ پاکستان کے وقت تک اردو حمد و نعت اور ملی امنگوں اور جذبوں کے ترجمان نے ایک فضا ہموار کی۔ جس سے اسلامی و دینی شاعری کی رفتار میں اضافہ ہوا۔ عصرِ حاضر کی دینی شاعری کی اساس عصرِ جدید ہی نے فراہم کی۔

بیسویں صدی کے پانچویں عشرے میں قیامِ پاکستان کا ظہور ہوا۔ یعنی 14 اگست 1947ء کو کروڑوں مسلمانوں کی امیدوں کا سورج طلوع ہوا۔ پاکستان اس نعرہ کے پس منظر میں کہ "پاکستان کا مطلب کیا لاالٰہ الا اللہ" معرضِ وجود میں آیا۔ پاکستان کا قیام بے شمار قربانیوں کا نتیجہ ہے۔ یہ اجتماعی اور قومی اتحاد کی علامت ہے۔ پاکستان کے قیام کے دوران علمائے کرام ومشائخ، عظام نے ہراول دستے کا کردار ادا کیا۔

معین الدین عقیل لکھتے ہیں:

Vol.4 No.3 (2021)
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

”مجدد الف ثانی سے لے کر تصور پاکستان تک ایک ہی فکر مختلف صوتوں اور مختلف تحریکوں میں کار فرما ہی اور اس سلسلے کی تمام تحریکات دراصل اسی ایک واحد مقصد کے تحت تھی کہ مسلمانوں کے لیے غیر اللہ کی غلامی سے نجات اور حاکمیت الٰہی کے حصول کے لیے جدوجہد کی جائے تا کہ یہ ملک اگر کلیۃً نہیں جو ایک بڑی حد تک دارالاسلام بن جائے۔“(24)

اسلامی تعلیمات کا احیا اور فرمودات نبوی ﷺ کی پیروی ہی پاکستان کی بقا اور سلامتی کی ضامن ہے۔ اسلامی تعلیمات یہ ہے کہ خالق کائنات نے دنیا کو یوں ہی محض تماشے کے لیے پیدا نہیں کیا۔ اس کی ایک غرض اور افادیت ہے۔ انسانی زندگی کا تحفظ ایک مقدس فریضہ ہے اور ضرورت وقت بھی اور اسی زندگی کو قربان کر دینا اصل حیات ہے یہ دین انفرادی اور اجتماعی ہر سطح پر انسان کے لیے راہِ عمل متعین کرتا ہے اور اس کے کردار کی نشوونما کرتا ہے۔ اس ذاتی اور اجتماعی کردار سے وہ نظریہ حیات پروان چڑھتا ہے۔ جس کی اساس دین پر ہوتی ہے۔ دینِ اسلام کی بقا ہی سے پاکستان کی ترقی و استحکام وابستہ ہے۔ دینی و اسلامی علوم کی نشر و اشاعت ہی سے مسلمانانِ پاکستان میں روح اسلام موجود ہے اس اسلامی رشتہ ہی نے پاکستان کے مسلمانوں کو یک جان ہو کر باطل کے ظلم و استبداد کے سامنے سربکف ہو کر کھڑا کر دیا اور ملتِ پاکستانیہ نے پورے جوش و خروش سے کفر کو للکار کر اسے عبرتناک شکست و دے دی۔ اسلامی علوم و فنون کا اثر اسلامی تہذیب و فکر پر کافی گہرا ہے۔ اسلامی فکر نہ صرف عبادات و اخلاق بلکہ معاملاتِ دنیا بالخصوص معاشی و معاشرتی مسائل، سیاسی و معاشرتی زندگی، آخرت، مساوات اور اخوت کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتی ہے۔ بلکہ اسلامی نظام سے کے لیے راہ بھی ہموار کرتی ہے۔ جو زندگی کے سارے شعبوں پر حاوی ہے۔ دورِ جدید کے اسلامی و دینی ادب نے بھی اس روایت کو قائم رکھا۔ قیامِ پاکستان سے قبل بھی اُردو غزل میں حمدیہ و نعتیہ عناصر، اسلامی روایات، اسلامی اقدار، اسلامی تہذیب و ثقافت اور مذہبی و دینی عناصر کی روایت زندہ رہی اور قیام پاکستان کے بعد بھی اسلامی و دینی نظام کے تصورات کو نظریاتی شکل دینے والی اسلامی تہذیب کی پروردہ فضا صنفِ غزل کو تقویت ملی۔

حوالہ جات

1۔ الطاف حسین حالی، کلیات نظم، افتخار احمد صدیقی، ڈاکٹر (مرتب)، لاہور: مجلس ترقی ادب، 1968ء، ص 86
2۔ ایضاً، ص 87۔86
3۔ الطاف حسین حالی، دیوانِ حالی، لاہور: کشمیر کتاب گھر، س ن، ص 106
4۔ ایضاً، ص 94
5۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اُردو کی نعتیہ شاعری، لاہور: آئینہ ادب، 1974ء، ص 83
6۔ حسرت موہانی، کلیاتِ حسرت، نورالحسن ہاشمی (مرتب)، لکھنؤ: ادارہ فروغِ اردو، 1966ء، ص 113
7۔ حسرت موہانی، کلیاتِ حسرت، حسرت موہانی بیگم)(مرتب)، لاہور: س ن، ص 315
8۔ ایضاً، ص 51
9۔ ایضاً، ص 98
10۔ اصغر گونڈی، کلیاتِ اصغر، لاہور: مکتبہ شعر و ادب، س ن، ص 27
11۔ محمد اقبال، کلیاتِ اقبال، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1972ء، ص 405
12۔ سید یحیٰی نشیط، ڈاکٹر، اردو میں حمد و مناجات، کراچی: فضلی سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، 2000ء، ص 110
13۔ شیخ محمد اقبال، کلیاتِ اقبال، ص 389
14۔ ایضاً، ص 317
15۔ ایضاً، ص 208
16۔ تحسین فراقی، ڈاکٹر، جہاتِ اقبال، لاہور: بزمِ اقبال، طبع اول، 1993ء، ص 3
17۔ محمد اقبال، علامہ، ضربِ کلیم، مشمولہ: کلیاتِ اقبال (اردو)، لاہور: اقبال اکادمی، طبع دوم، 1994ء، ص 50
18۔ جوش ملیح آبادی، روحِ ادب، لاہور: مکتبہ اردو، طبع ثانی، 1942ء، ص 47
19۔ جوش ملیح آبادی، کلیاتِ جوش، عصمت ملیح آبادی، ڈاکٹر (مرتب)، نئی دہلی: فرید بک ڈپو، 2007ء، ص 447
20۔ ایضاً، ص 441
21۔ ایضاً، ص 419
22۔ ایضاً، ص 473
23۔ غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر، اُردو شاعری کا سیاسی اور سماجی پس منظر، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، 1998ء، ص 426
24۔ معین الدین عقیل، ڈاکٹر، تحریکِ آزادی میں اُردو کا حصہ، لاہور: مجلس ترقی ادب، 2008ء، ص 15